بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز:

آزادیِ مذہب- ایک بنیادی حق ہے

حبیب الرحمٰن اعظمی

دین ومذہب کی آزادی انسان کے ان بنیادی حقوق میں سے ایک ہے، جنھیں انسانیت کا فطری خاصہ مانا جاتا ہے، اور ہر مہذب حکومت نے انسان کے اس فطری حق کا پاس ولحاظ رکھا ہے، خود ہمارے ملک میں جو مختلف افکار ومذاہب اور تہذیب وثقافت کا گہوارہ ہے، شخصی عہدِ سلطنت میں مذہبی آزادی کی کس قدر پاسداری کی جاتی تھی، اس کا اندازہ بھارت کے ''انگریزی راج'' کے مصنف پنڈت سندرلال الٰہ آبادی کے اس بیان سے کیا جاسکتا ہے:

عہدِ مغلیہ میں مذہبی آزادی پر گفتگو کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

''اکبر، جہانگیر، شاہجہاں اوران کے بعد اورنگ زیب کے تمام جانشینوں کے زمانہ میں ہندو مسلم یکساں رہتے تھے۔ دونوں مذاہب کی یکساں توقیر کی جاتی تھی، اور مذہب کے لیے کسی کے ساتھ کسی قسم کی جانب داری نہ کی جاتی تھی۔

(روشن مستقبل ص ۲۴)

مذاہبِ عالم کی تاریخ اور واقعات ومشاہدات سے پتہ چلتا ہے کہ آزادیِ مذہب کا مسئلہ اس درجہ نازک اور جذباتی ہے کہ جب بھی کسی حاکم یا حکومت کی جانب سے اس پر قدغن لگانے کی غیر شریفانہ کوشش کی گئی ہے تو عوام نے اسے برداشت نہیں کیا ہے؛ بلکہ اکثر حالات میں حکومت کا یہی بیجا رویہ بغاوت اور انقلاب کا پیش خیمہ بن گیا ہے۔ آزادیِ

ہند کی تاریخ کا ایک معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ برطانوی حکومت کے خلاف ۱۸۵۷ء کی تاریخی جدوجہد کا اہم ترین محرک مسلمانوں اور ہندوؤں کا یہ اندیشہ تھا کہ ان کے مذہب میں رخنہ اندازی اور اسے خراب کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ جنگِ آزادی کے نامور مجاہد اور عظیم رہنما مولانا ابوالکلام آزاد نے ایک موقع پر حکومتِ برطانیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا:

''اسلام کے احکام کوئی راز نہیں جن تک گورنمنٹ کی رسائی نہ ہو، وہ چھپی ہوئی کتابوں میں مرتب ہیں اور مدرسوں کے اندر شب و روز اس کا درس دیتے ہیں۔ پس گورنمنٹ کو چاہیے کہ صرف اس بات کی جانچ کرے کہ واقعی اسلام کے شرعی احکام ایسے ہیں یا نہیں! اگر یہ ثابت ہوجائے کہ ایسا ہی ہے تو پھر صرف دو ہی راہیں گورنمنٹ کے سامنے ہونی چاہئیں یا مسلمانوں کے لیے ان کے مذہب کو چھوڑ دے اور کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے ان کے مذہب میں مداخلت ہو یا پھر اعلان کردے کہ حکومت کو مسلمانوں کے مذہبی احکام کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ نہ اس پالیسی پر قائم ہے کہ ''ان کے مذہب میں مداخلت نہیں ہوگی'' اس کے بعد مسلمانوں کے لیے نہایت آسانی ہوجائے گی کہ وہ اپنا وقت بے سود شور وفغاں میں ضائع نہ کریں اور برٹش گورنمنٹ اور اسلام ان دونوں میں سے کوئی ایک بات اپنے لیے پسند کرلیں۔'' (مسئلۂ خلافت وجزیرۂ عرب ص ۲۰۴)

جہادِ حریت کے ہراول دستہ کے قائد حضرت شیخ الہند قُدِّسَ سِرُّہٗ نے آج سے کم وبیش بانوے سال پہلے ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت پر اظہار خیال فرماتے ہوئے مذہبی آزادی کے مسئلہ کی نزاکت کو دوٹوک لفظوں میں واضح فرمادیا تھا، ملاحظہ کیجیے حضرت کی ایک تقریر کا اقتباس فرماتے ہیں:

''میں ان دونوں قوموں کے اتفاق واجتماع کو بہت ہی مفید اور ضروری سمجھتا ہوں اور حالات کی نزاکت کو محسوس کرکے جو کوشش اس کے لیے فریقین کے عمائد نے کی ہے اور کررہے ہیں اس کی میرے دل میں بہت قدر ہے؛ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ صورتِ حال اگر اس کے برخلاف ہوگی تو وہ

ہندوستان کی آزادی کو آئندہ کے لیے ناممکن بنادے گی؛ اس لیے ہندوستان کی آبادی کے یہ دونوں عنصر؛ بلکہ سکھوں کی جنگ آزما قوم کو ملا کر تینوں، اگر صلح وآشتی سے رہیں گے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی چوتھی قوم خواہ وہ کتنی ہی بڑی طاقتور ہو، ان اقوام کے اجتماعی نصب العین کو محض اپنے جبر واستبداد سے شکست دے سکے گی۔

ہاں! میں یہ پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور آج پھر کہتا ہوں کہ ان اقوام کی باہمی مصالحت وآشتی کو اگر آپ خوشگوار اور پائدار دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کی حدود کو خوب اچھی طرح دل نشیں کر لیجیے۔ اور وہ حدود یہی ہیں کہ خدا کی باندھی ہوئی حدود میں ان سے کوئی رخنہ نہ پڑے، جس کی صورت بجز اس کے کچھ نہیں ہوسکتی کہ صلح وآشتی کی تقریب سے فریقین کے مذہبی امور میں کسی ادنیٰ امر کو بھی ہاتھ نہ لگایا جائے اور دنیوی معاملات میں ہرگز کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس سے کسی فریق کی ایذا رسانی اور دل آزاری مقصود ہو''۔ (جمعیۃ علماء کیا ہے، ص۱۳۲)

حضرت شیخ الہند نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کے مقام ومرتبہ اور ان کی ہمہ گیر مقبولیت سے باخبر اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ حضرت شیخ الہندؒ کی اپنی تنہا آواز نہیں تھی؛ بلکہ یہ پورے ملتِ اسلامیہ ہند کی ترجمانی تھی۔ حضرت شیخ الہندؒ کی اسی رائے کو جمعیۃ علمائے ہند نے اپنے لاہور کے عام اجلاس میں بشکل تجویز ان الفاظ میں پیش کیا:

(الف) ہمارا نصب العین آزادیِ کامل ہے۔

(ب) وطنی آزادی میں مسلمان آزاد ہوں گے۔ ان کا مذہب آزاد ہوگا۔ مسلم کلچر اور تہذیب آزاد ہوگی۔ وہ کسی ایسے آئین کو قبول نہ کریں گے، جس کی بنیاد ایسی آزادی پر نہ رکھی گئی ہو۔

(ج) ... جمعیۃ علماء ہند کے نزدیک ہندوستان کے آزاد صوبوں کا سیاسی وفاق ضروری اور مفید ہے، مگر ایسا وفاق اور ایسی مرکزیت جس میں اپنی مخصوص تہذیب وثقافت کی مالک نو کروڑ نفوس پر مشتمل مسلمان قوم کسی عددی اکثریت کے رحم وکرم پر زندگی بسر

کرنے پر مجبور ہوا ایک لمحہ کے لیے بھی گوارا نہ ہوگی، یعنی مرکز کی تشکیل ایسے اصولوں پر ہونی ضروری ہے کہ مسلمان اپنی مذہبی، سیاسی اور تہذیبی آزادی کی طرف سے مطمئن ہوں۔ (جمعیۃ علماء کیا ہے، ص ۳۳۳)

پھر اپنی مجلسِ عاملہ منعقدہ ۱۷/۱۸/اگست ۱۹۴۲ء کے اجلاس میں دین و مذہب کے متعلق مسلمانوں کے اسی نقطۂ نظر کی ترجمانی کرتے ہوئے واضح الفاظ میں یہ تجویز منظور کی:

''اس موقع پر ہم یہ بھی واضح کردینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر جمعیۃ علماء کو اس امر کا ذرہ بھر بھی وہم ہوتا کہ جدوجہد آزادی کا نتیجہ ہندوستان میں ہندوراج قائم ہوجانا ہے تو وہ ایک لمحہ توقف کیے بغیر اس کی شدید مخالفت کرتی۔''

''ہم آزاد ہندوستان سے وہ آزاد ہندوستان مراد لیتے ہیں جس میں مسلمانوں کا مذہب ان کی اسلامی تہذیب اور قومی خصوصیات آزاد ہوں... مسلمان جو انگریز کی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کے لیے بیش بہا اور شاندار قربانیاں پیش کریں گے ان کی نسبت ہندو کی غلامی قبول کرنے کے تصور سے بھی ان کی سخت توہین ہے۔'' (جمعیۃ علماء کیا ہے، ص ۳۴۳-۳۴۴)

ان تفصیلات سے سمجھا جاسکتا ہے کہ دین و مذہب کا مسئلہ کس قدر نازک اور جذباتی ہے۔ بالخصوص مسلمان اس بارے میں کس درجہ حساس ہیں، مذہب کی اسی حیثیت واہمیت کا نتیجہ ہے کہ ملک کی آزادی کے بعد جب آزاد ہندوستان کا دستور مرتب ہوا تو اس میں خصوصی طور پر مذہبی حقوق پر توجہ دی گئی اور آزادیِ مذہب کو بنیادی اصول میں شامل کیا گیا اور اس کے تحت حسبِ ذیل دفعات رکھی گئیں:

دفعہ ۲۵: (۱) تمام اشخاص کو آزادیِ ضمیر، اور آزادی سے مذہب قبول کرنے، اس کی پیروی اور اس کی تبلیغ کا مساوی حق ہے، بشرطیکہ امنِ عامہ، اخلاقِ عامہ، صحتِ عامہ اور اس حصہ کی دیگر توضیعات متاثر نہ ہوں۔

مگر افسوس ہے کہ ملک کی سب سے قدیم سیاسی جماعت ''کانگریس پارٹی'' جس کے پرچم تلے آزادی کی متحدہ جنگ لڑی گئی، جس کی حکومت کی نگرانی میں ملک کا شاندار دستور مرتب ہوا، جو ملک میں جمہوریت اور سیکولرزم کی سب سے بڑی دعویدار ہے، اس کی

روایات کا تقاضا تھا کہ وہ اس مسئلہ میں سب سے زیادہ حساس ہوتی اور دستور کی پاسداری، نیز جمہوری قدروں کو پروان چڑھانے میں اس کا قدم سب سے آگے ہوتا؛ مگر واقعات ومشاہدات بتارہے ہیں کہ اسی کانگریس پارٹی کے زیرِاقتدار دستور کی سب سے زیادہ پامالی ہوئی ہے اور اقلیتوں کے مذہبی وثقافتی ہی نہیں؛ بلکہ ان کے معاشی، اقتصادی اور شہری حقوق پر بھی بارہا شب خوں مارا گیا ہے، اسی پر دیگر سیاسی پارٹیوں اور حکومتوں کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔

اس لیے ملک کی اقلیتیں اگر عزت وآبرو اور مکمل حقوق کے ساتھ یہاں رہنا چاہتی ہیں تو انھیں اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے متفقہ حکمتِ عملی تیار کرنی ضروری ہے، اقلیتوں کے قائدین، اس مسئلہ کی نزاکت کو محسوس کریں اور اس بارے میں بروقت عملی قدم اٹھائیں۔

''گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں''

❁ ❁ ❁

==========

ضروری اعلان

کاغذ، طباعت وغیرہ میں غیرمعمولی اضافہ ہوجانے کی وجہ سے فروری ۲۰۱۴ء سے ماہنامہ دارالعلوم کی قیمت میں اِضافہ کردیا گیا ہے۔ آئندہ سے ماہنامہ دارالعلوم فی رسالہ =/20 روپے اور ہندوستانی حضرات کے لیے سالانہ زرتعاون =/200 روپے ہوں گے۔

(ایڈیٹر)